

اخبار و آثار

مولانا حافظ محمد رشید *

سید احمد شہیدؒ کی خدمات پر ایک بین الاقوامی کانفرنس کا احوال

۲۹ جولائی تا ۳۱ جولائی ہزارہ یونیورسٹی مانسبرہ میں قائم "ہزارہ چیزز" کے زیر اہتمام سید احمد شہیدؒ کی تحریک اور خدمات کے حوالے سے ایک بین الاقوامی سیمینار کا اہتمام کیا گیا۔ سیمینار کا مقصد سید احمد شہیدؒ کی تحریک اور اس کے پس منظروں اثرات کے بارے میں کاہی پیدا کرنا اور مستقبل بحثی مظہر تھا میں اس تحریک سے رہنمائی حاصل کرنا تھا۔ رقم کو اس سیمینار میں شرکت کرنے اور "سید احمد شہیدؒ کی تحریک اور میر شارعی عرف تیموریؒ کی تحریک کا باہمی تعلق" کے عنوان سے مقالہ پیش کرنے کا موقع ملا جس کے لیے میں اپنے دیرینہ رفیق اور محترم دوست مولانا وقار احمد (پیغمبر اسلامیات خان پور کالج، ہری پور، ناظم دورہ تفسیر، الشریعہ اکادمی، گوجرانوالہ) کا شکر گزار ہوں کہ یہ قسمی موقع ان کی اطلاع و تحریض کی وجہ سے حاصل ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان کو بہترین بدلہ عطا فرمائیں اور دین و دنیا کی تمام سعادتوں سے بہرہ مند فرمائیں۔

سیمینار کے نقطہ ہزارہ یونیورسٹی کے شعبہ تعلیم کے چیزیں میں ڈاکٹر منظور شاہ صاحب تھے۔ ڈاکٹر صاحب کی ہدایت پر پہلے ایک صفحہ پر مشتمل مقالے کا خلاصہ بھیجا گیا جس کا منظر کمیٹی نے جائزہ لیا اور پھر بذریعہ ای میں اطلاع دی گئی کہ آپ مقالہ پیش کرنے آئکتے ہیں۔ سیمینار میں دوں پر مشتمل تھا۔ پہلے دوں مقالات جیش کے لئے اور تیسرا دن شرکاء کے لئے سید صاحبؒ سے متعلق منتخب مقامات کی زیارت اور دیگر سیاحتی مقامات کی سیر کا انتظام کیا گیا تھا۔ پہلے دوں سیمینار کے دو حصے تھے، صبح نوبیجے سے ایک بجے تک کا وقت مہماں خصوصی کی گفتگو کے لیے مختص تھا جس کو Key Notes کا عنوان دیا گیا تھا اور دوسرا حصے میں مقالہ پیش کرنے والے شرکاء کے لئے اجوبہ کیش ڈیپارٹمنٹ کے مختلف کروں میں متوازی سیشنز میں مقالہ پیش کرنے کا اہتمام تھا۔ جن شرکاء نے مقالہ پیش کیا، ان کی مجموعی تعداد سانچھ کے لگ بھگ تھی۔

سیمینار کا آغاز ڈاکٹر منظور شاہ صاحب کے خوش آمدیدی خطاب سے ہوا۔ جس میں سیمینار کا مقصد بتایا گیا۔ ان کے بعد سیمینار کے مہماں خصوصی پروفیسر ڈاکٹر محمد اشرف عدیل نے بطور کی نوث پیکر خطاب کیا۔ ڈاکٹر اشرف عدیل کا

* پیغمبر شعبہ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ ڈگری کالج، ڈسکر۔ استاذ الشریعہ اکادمی گوجرانوالہ۔

تعلیق یونیورسٹی آف پنسلوینیا، امریکہ سے ہے اور وہ وہاں سے سینیار میں شرکت کے لئے تشریف لائے تھے۔ ان کے خطاب کا عنوان ”معاشروں اور تحریکات کی کارکردگی جانچنے میں اعتدال بطور پیانہ“ تھا۔ انہوں نے قرآن کریم کی آیت مبارکہ وَكَذَلِكَ حَعْلَنَاكُمْ أَمْةٌ وَسَطَّالْتُكُنُوا شَهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ (البقرة، ۴۳) کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ اعتدال اس امت کا امتیازی وصف ہے اور اس امت کی اصلاح اسی وصف کو ہر شعبہ زندگی میں اپنانے سے ممکن ہے۔ انہوں نے اس بات پر بطور خاص زور دیا کہ کسی بھی قوم میں انقلاب کی ابتداء کلاس روم سے ہوتی ہے اس لئے ہمیں اپنے تعلیمی نظام کو بہتر اور متوجہ کرنے کی اشہد ضرورت ہے۔ اسی سے معاشرہ انقلاب سے روشناس ہو گا۔ سوال و جواب میں شرکاء کی طرف سے کافی اہم سوالات اٹھائے ہیں کہ اکثر صاحب نے عمدگی کے ساتھ جواب دیا۔

keynote speakers میں پہلے دن اسراء یونیورسٹی کے واکس چانسلر ڈاکٹر عمر علی خان، ڈاکٹر ارشاد شاکر

اعوان شامل تھے۔ ڈاکٹر عمر علی خان کے مقامے کا عنوان ”The Renaissance of Millat - E - Muslima“

and Its Resurrection after The Encounter of Balakot بڑے جو شیلے انداز میں پیش کیا گیا۔ لوگوں نے توجہ سے سنائی، لیکن ان کے آیات اور احادیث کی غلط تلاوت کی وجہ سے عمومی تاثر اچھا نہیں رہا۔ ڈاکٹر ارشاد شاکر اعوان جو کہ سرحد یونیورسٹی پشاور سے تشریف لائے تھے، ان کے مقامے کا عنوان تھا۔

The Historical outcome of Armed Struggle by Syed Ahmed

Shaheed: A Critical Analysis میں سنائی۔ اس سیشن کے اختتام پر ماہرہ کے سابق ضلعی خطیب اور بناکوٹ میں مدرسہ سید احمد شہید کے ہتھیم قاضی نے اپنے مختصر خطاب میں کہا کہ میری پر زور رائے بلکہ مظاہر ہے کہ سید احمد شہید گی خدمات سے عوام الناس کو متعارف کروانے کے لئے ہزارہ یونیورسٹی کو ان کے نام سے موسم کیا جائے۔ انہوں نے ضیاء دور کے ایک اعلان کا حوالہ بھی دیا جس میں ایک جگہ سید احمد شہید کے نام سے ایک لاہوری بیانے کا اعلان ہوا تھا اور سنایہ گیا تھا کہ فنڈ زمینی جاری ہو چکے ہیں لیکن آج تک وہ لاہوری معرض وجود میں نہیں آسکی۔ ان کی دعا پر اس سیشن کا اختتام ہوا۔ پہلے دن کے keynote سیشن کے اختتام پر ہمارا تاثری تھا کہ موضوع پر بہت کم بات ہوئی اور وعظ و نصیحت کی محفل زیادہ جی رہی۔

دوسرے دن keynote میں ڈاکٹر سعید الرحمن اور کراچی سے تشریف لانے والی ڈاکٹر نگار جاگ طیبیر کی گفتگو انہائی عمدہ اور عینی موضوع کے مطابق تھی۔ ڈاکٹر سعید الرحمن (صدر شعبہ اسلامیات، بہاؤ الدین زکریا یونیورسٹی ملتان) کے مقامے کا عنوان تھا” Syed Ahmed Shaheed's Mission of Reforming“

Keynote میں انہوں سید صاحب کے خطاب میں اپنے Muslim Society: Research and Analysis“ کے جہاد کی ہمہ گیریت پر نہایت عمدہ گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ عام طور پر سید صاحب کے جہاد کے بارے میں یہ تصور ہے کہ یہ سکھوں کے مقابلے میں ایک سلسلہ جدوجہد تھی اور بس۔ حالانکہ سید صاحب کے ہاں جہاد کا تصور بڑا وسیع ہے اس میں عوایی بہبود، معاشرتی رسومات کی اصلاح اور عقائد کی درستگی سب شامل ہے اور سید صاحب کے حالات زندگی اس پر

شہد ہیں۔ گویا اس جہاد سے محض مسلح جدو جہد مراد لیا اس کی وسعت کو محدود کرنے کے مترادف ہے۔ ڈاکٹر صاحب سے چائے کے وقفہ کے دوران ہم نے ملاقات کی اور درخواست کی کہ کچھ وقت عنایت ہو تو مولانا وقار صاحب کے پی ایچ ذی کے موضوع مقالہ اور پچھلے میں کیا تھا۔ انہوں نے سیشن کے دوران وقفہ میں ہم کو بلایا اور حضرت مولانا عبداللہ سنڈھیؒ کے حوالے سے پی ایچ ذی کے موضوعات کے حوالے سے انتہائی مفید راہنمائی فرمائی۔ رقم نے دوران گفتگو سوال کیا کہ کیا بدر سے طلبہ کو مطالعہ کا عادی بنانے کے لئے کوئی ناول دیا جا سکتا ہے جیسے کہ نیم جازی کے ناول ہیں تو انہوں نے برلا کہا کہ ایسے ناول انسان کے اندر ایک تخلیقی دنیا تخلیق دیتے ہیں۔ ایک نجات وہندہ آئے گا اور کشتوں کے پشتے لگا کر قوم کو مصائب سے نجات دلائے گا۔ اس سے پھر وہ ساری زندگی کی ایسے میجا کا انتظار ہی کرتے رہتے ہیں جو کہ ان کی نجات کا سند یہ ہے کہ آئے اور یہ کوئی practical approach نہیں۔

ڈاکٹر شاہد ٹیڈیر صاحب کی گفتگو بلاشبہ پوری کافی نظری کی جا سکتی ہے اور ان کی گفتگو کے بعد سید حسین رسول صاحب نے انھوں کو برلا اقرار بھی کیا کہ شکر ہے آپ کی گفتگو مولیٰ و گرنہ مکل سے سید صاحبؒ کے متعلق کافی کتفیوں پیدا ہو چکی تھی جس کا اب کافی حد تک ازالہ ہو چکا ہے۔ ان کے مقام نے کاغذ اعلان تھا "Political Vision of Sayyed Ahmad Shaheed"۔ اپنی گفتگو میں انہوں نے سید صاحبؒ کے حالات سے متعلق تقریباً تمام کتب اور مأخذ کا انتہائی عمدہ اور بھرپور تقدیمی جائزہ پیش کیا اور سید صاحبؒ کی جدو جہد کی عظمت کو اجاگر کیا۔ انہوں نے اپنی گفتگو کا اختتام سید صاحبؒ کے حوالے سے ایک مثال پر کیا کہ دوران جنگ دو سال ہی ایک مورچے میں محصور ہیں، ان کے پاس ایک ہی مم ہے، دوسری طرف سے دشمن مسلسل فائز گکر رہا ہے اور گولیوں کی بو چھاؤ ہو رہی ہے، اس دوران ایک سال ہی نے انھوں کو اکلوتا بدم شن کی طرف پہنچا۔ اب اگر وہ گولیوں کا نشانہ بننے سے محفوظ رہا تو لوگ اس کو شجاع اور بہادر کہہ کر اس کی تعریف کریں گے اور اگر وہ کسی گولی کا نشانہ بنے تو یہی لوگ تقدیم کرتے ہوئے یہ کہنے لگیں گے کہ کیا ضرورت تھی جان گوانے کی، انتظار کر لیتے، ایسے ہی اپنا بھی نقصان کیا اور قوم کا بھی وغیرہ۔ سید صاحبؒ کے بارے میں بھی ایسا ہی روایہ ہے، سید صاحبؒ وہ سالی ہیں جنہوں نے دشمن پر آخری حملہ کیا اور جان کی بازی ہار گئے اور بعد والے لوگ ان کی کوشش کو پس پشت ڈال کر ان پر تقدیم کے نشتر چلانے لگے حالانکہ انہوں نے اس وقت کے معروضی حالات کے مطابق اپنا فرض ادا کر دیا۔

دور اسیں ظہر کی نماز کے بعد شروع ہوا، اس میں مقالہ پیش کرنے والے شرکاء نے اپنے مقالہ جات پیش کئے جس کا انتظام شعبہ تعلیم کے کلاس رومز میں کیا گیا تھا۔ چار کمرے میں تقسیم کئے گئے تھے اور ہر کمرے میں تقریباً پانچ سے چھ مقالہ نگاروں نے اپنے مقالہ جات پیش کئے۔ اس طرح دونوں میں تقریباً بیس کے قریب مقالے پیش کئے گئے۔ کافی نظر کے اس حصے میں سید صاحبؒ کی تحریک کے حوالے سے جو نکات زیادہ زیر بحث ہے ان میں سے چند اهم نکات حسب ذیل ہیں:

۱۔ سید احمد شہیدؒ کی تحریک برلنی ایپارٹمنٹ عملی کا نتیجہ تھا، اس کی دلیل یہ ہی گئی کہ انگریز سامراج نے

سب سے پہلے بیگان کے علاقوں پر قبضہ کیا اور سید احمد شہیدؒ کی تحریک کی تقدیر یا ساری افرادی قوت انہیں علاقوں سے تعلق رکھتی ہے، سید احمد شہیدؒ کے مریدین کا سب سے بڑا حلقة بھی انہیں علاقوں میں تھا۔ اگر یہ ایسا رکواس وقت زیر قبضہ علاقوں پر اپنا قبضہ مستحکم کرنے اور مزید علاقوں پر قبضہ کرنے کے لئے جن دو قابل ذکر مراحتوں کا سامنا تھا وہ ایک بیگان اور متحفظ علاقوں میں موجود مسلم مذاہقی غصہ رہا اور دوسرا بخوب کے علاقوں میں سکھ راجح تھا، اگر یہ دوں نے اپنے زیر قبضہ علاقوں سے یہ ساری قوت مجتمع کر کے سکھوں کے خلاف کھڑی کر دی جس سے جہاں یہ مسلم مذاہقی قوت تباہ ہو گئی وہیں سکھوں کی قوت کا بھی کافی حد تک توڑ ہو گیا، اس طرح برطانوی ایمپاری حکمت ملکی کا نتیجہ تھی اور جس طرح ہم عصر حاضر اس سے یہ نتیجہ نکالا گیا کہ یہ ساری تحریک اصل میں برطانوی ایمپاری حکمت ملکی کا نتیجہ تھی اور جس طرح ہم عصر حاضر میں افغانستان و دیگر علاقوں میں امریکی ایمپاری کے ہاتھوں استعمال ہو رہے ہیں سید صاحبؒ کے ساتھ ہمیں اسی طرح کا معاملہ ہوا۔ یہ نظریہ GPGC, Mansehra سے آئے ہوئے ڈاکٹر ریاض صیمین صاحب نے پیش کیا جن کے مقالے کا عنوان تھا ”The Study of jihad Movement Through Imperialist Perspective“۔

۲۔ سید احمد شہیدؒ کی تحریک جہاد اصلًا انگریزوں کے خلاف تھی اور ان کا سکھوں کے ساتھ ناکرا ان کے میں کی ایک ناگزیر قطب تھی۔ اس کے دلائل میں سید صاحبؒ کے وہ خطوط پیش کیے گئے جو انہوں نے ہندو راجاؤں کو لکھے جس میں ان کو تعاون کرنے اور اس تعاون کے بد لے میں ان کی راجدھانیاں قائم رہنے کی یقین دہانی کروائی گئی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ سید صاحبؒ کا اصل ہدف انگریزوں کو ہندوستان سے نکالنا تھا تکہ سکھوں یا دوسری اقوام کے ساتھ جنگ چھیڑ دینا۔ اس موقف پر کافی لے دے ہوئی اور عمومی سامعین نے اُن کو قبول نہیں کیا۔ ان کا خیال تھا کہ سید صاحبؒ کے پیش نظر صرف انگریزوں کا اخراج نہیں تھا بلکہ وہ ایک اسلامی ریاست کے قیام اور خلافت علی منہاج الجوت کے احیاء کے لئے لگائے تھے۔ مندرجہ بالا موقف کی نمائندگی سید حنفی رسول نے فوج Edwards College, Peshawar سے Revisiting Syed Ahmad Shaheed's Tehreek-e-Mujahideen: First Liberation Movement of the Wali Ullahi آئے تھے۔ ان کے مقالے کا عنوان تھا ”School

۳۔ سید احمد شہیدؒ کی تحریک کا دو قوی نظریہ سے کیا تعلق ہے؟ اس ضمن میں عام تاثر وہی رہا جو ہمارے معاشرے میں پایا جاتا ہے کہ دو قوی نظریہ شاہ ولی اللہؒ بلکہ ان سے بھی پہلے سے شروع ہوتا ہے اور قیام پاکستان تک پہنچتا ہے۔ اس معاشرے میں ایک دلچسپ بحث کا فرنٹس کے تیرسلے دن تور کے موقع پر ہوئی۔ تور سے واپسی پر ایک جگہ چائے کے لئے رکے تو شرکاء میں دو قوی نظریہ کی تعریف پر بات چلی۔ اسراء یونیورسٹی اسلام آباد سے آئے ہوئے ڈاکٹر ریاض صیدنے کہا کہ دو قوی نظریہ یہ ہے کہ ہندو اور مسلم دو الگ الگ قومیں ہیں کیوں کہ ان کا نام ہب، رسوم و روایات اور طرز ندگی مختلف ہے، اس پر مولانا وقار احمد نے سوال کیا کہ پاکستان میں بننے والے ہندو اور سکھ پھر کس قومیت سے تعلق رکھتے

ہیں اور ان کے شناختی کارڈ میں قومیت کے خانے میں کیا لکھا ہوتا ہے؟ ان کے سوال پر کچھ دریے کے لئے شرکاء خاموش ہوئے تو درمیان میں راقم نے یہی سوال ہندوستان کے مسلمان بائیوں کے بارے میں اٹھایا تو ایک صاحب کہنے لگے کہ ان کو الگ کرنے کے لئے شناختی کارڈ کے خانے میں مذہب کا خانہ موجود ہے۔ اس پر عرض کیا کہ مذہب کا خانہ موجود ہے لیکن قومیت "Nationality" کے خانے میں وہ بھی پاکستانی ہی ہیں یہاں پر وہ قومی نظریہ کہا گیا؟ اس پر شرکاء کی طرف سے کوئی تسلی بخش جواب نہ آسکا۔ ہمارا اصرار تھا کہ قومیت کا جو تصور مولانا سید حسین احمد مدنی نے پیش کیا تھا وہ عملی طور پر آج بھی پاکستان سمیت دنیا بھر میں رائج ہے اور بھی عملی طور پر ممکن بھی ہے۔ اور وہ قومی نظریہ ایک وقت ضرورت تو کہا جاسکتا ہے لیکن اس کو عملی طور پر ناقابل عمل ہی سمجھا گیا ہے اور قومیت کے خانے میں آج بھی وطن اور خطہ ز میں کی خیال پر ہی قومیت درج کی جاتی ہے۔ کافی گرم بحث ہوئی۔ آخر میں ڈاکٹر ریاض صاحب نے یہ کہا کہ اس بحث سے میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ مجھے اس موضوع پر مزید مطالعہ کرنا چاہئے اور انہوں نے مولانا قادر صاحب کا شکریہ ادا کیا کہ اس بحث کا ایک اہم پہلو سامنے لائے ہیں۔ ان کے مقالہ کا عنوان تھا "Syed Ahmed Shaheed movement and the two nation's theory (Struggle for a separate identity in Indian subcontinent)"

۴۔ سید صاحبؒ کی تحریک کے عصر حاضر کے ساتھ تعلق پر جو سوال بار بار زیر بحث آیا وہ ان کی تحریک اور طالبان تحریک خصوصاً پاکستانی طالبان کے نظریات کے درمیان مماثلت کا سوال تھا۔ یعنی سید صاحبؒ اگر تھیار اٹھا کر ایک خطہ لینا چاہتے ہیں اور اس ضمن میں مسلح کوشش کرتے ہیں تو وہ جہاد کہلاتا ہے اور طالبان اگر بھی کام کرتے ہیں تو وہ دہشت گردی کہلاتی ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟ گویا طالبان تحریک سید صاحبؒ کی جدوجہد کا ہی ایک تسلی ہے۔ اس سوال پر کافی مخاطب گفتگو ہوئی اور کوئی بات واضح نہ ہو سکی لیکن عام شرکاء کی باذی لینکوئچ سے ایسا احساس ہوتا تھا کہ لوگ اس معاملے میں کنیوژن کا شکار ہیں اور ان کے ذہنوں میں اس حوالے سے کوئی تسلی بخش تصور نہیں ہے لیکن اتنا ضرور ہے کہ سید صاحبؒ کے حوالے سے عقیدت داہرام اور طالبان کے حوالے سے برلکش روید کیجئے میں آیا خصوصاً پاکستانی طالبان کے حوالے سے۔

۵۔ راقم کا مقالہ "سید احمد عبیدی تحریک جہاد اور میراث اسلامی عرف تینوں میر کی تحریک کا باہمی تعلق تحقیقی مطابق" کے عنوان سے تھا جس میں یہ موقف اختیار کیا گیا کہ تینوں میر کا تعلق سید صاحبؒ سے ضرور تھا اور انہوں نے ان کے سفرنامے سے پہلے یادور ان سفران کے ہاتھ پر بیعت بھی کر لی تھی اور غیر مستدر روایت کے مطابق سید صاحبؒ نے ان کو اپنا خلیفہ بھی مقرر کیا تھا لیکن ان کی تحریک کو مراحتی تحریک تو کہا جاسکتا ہے جو کہ حالات کے جبر کی وجہ سے ان کو مقفل کرنا پڑی لیکن اس کے پیچے تحریک مجاهدین کا وہ اسلامی تصور نہیں تھا کہ قوت جمع کر کے کسی علاقے پر قبضہ کیا جائے اور اسلامی تقلیدات کا نفاذ کیا جائے، بلکہ اپنی ابتداء میں یہ ایک اصلاحی تحریک تھے جس کا مقصد غلط رسم کا لقوع اور مسلمانوں کے عقائد کی اصلاح کے ساتھ ان کی دینی تعلیم کا مناسب بندوبست کرنا تھا، یہ اصلاحی تحریک کچھ مسلمانوں کی رویش دو ایزوں اور بندہ

راجاویں کے مظالم کی وجہ سے مسلح مراجحت میں تبدیل ہو گئی۔ ہاں اختتام پر جب تینویں میر شہید نے کچھ علاقوں پر قبضہ کر لیا تو انہوں نے کچھ عرصہ کے لئے اپنی آزاد حیثیت اور بر طانوی سلطنت و ہندو راجاویں کی عملداری سے نکل جائے کا اعلان کیا تھا جس کی وجہ سے ان کے خلاف ایک بڑا آپریشن کیا گیا اور وہ اپنے سینکڑوں ساتھیوں سمیت شہید ہوئے۔ ان کی شہادت سید صاحب کی شہادت سے کچھ عرصہ بعد ہوئی ہے۔

۶۔ مولانا وقار صاحب (پیغمبر اسلامیات، گورنمنٹ کالج، خانپور) کے مقامے کا عنوان تھا "تحریک مجاہدین کی ناکامی کے اسباب و جوہ: تجزیاتی مطالعہ" اس میں انہوں نے بڑی تفصیل سے ان وجوہات پر گفتگو کی جن کی وجہ سے سید صاحبؒ کی تحریک بظہرنا کامی سے دوچار ہوئی۔ اس میں انتظامی امور میں لاپرواہی، علاقائی حالات کے بارے میں غلط اندازے، مقامی لوگوں کا غیر تربیت یافتہ ہونا، گرد و نواح کے کچھ مسلمانوں کی مفاد پرستی اور کئی دیگر وجوہات پر بات ہوئی جو کہ سید صاحبؒ کی تحریک کی ناکامی کا باعث بنے۔ لوگوں نے انتہائی توجہ سے سناؤ کر یہ سوالات کے ذریعے اس میں اپنی روپیں کا اظہار کیا۔

ان مقالات کے علاوہ دیگر عنوانات پر بھی گفتگو ہوتی رہی، مثلاً سید صاحبؒ کے بعد ان کی تحریک کا تسلیم کہاں تک رہا اور کس کس نے ان کا مشن جاری رکھنے کی کوشش کی؟ اسی طرح جو لوگ مقتل سے نجی گئے، وہ کس طرف گئے اور ان کی زندگی کی کیا صروفیات رہیں؟ بہر حال کافرنیس کے دوران بہت اچھا علمی ماحول بن گیا اور شرکاء نے ایک دوسرے کے مطالعہ و معلومات سے بھر پور استفادہ کیا۔ بجا طور پر ہزارہ یونیورسٹی کی انتظامیہ، ہزارہ جیزیر کے منتظمین اور خصوصاً اکثر منظور حسین شاہ صاحب اس اہم موضوع پر کامیاب بین الاقوامی کافرنیس کے انعقاد پر مبارکباد کے سختیں ہیں۔ کچھ انتظامی خامیاں ضرور ہیں لیکن علمی استفادہ و افادہ خوب ہوا؛ انہوں نے کافرنیس کے خیر عطا فرمائے اور اسی طرح اہم موضوعات پر کافرنیس اور سینما رز منعقد کرنے کی توفیق مزید مرحمت فرمائیں۔ آئین جاہانی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

مقالاتِ الیوبی

رئیس مقالات قلم: مولانا قاضی محمد رویس خان الیوبی

چند عنوانات: ۱۰ منافع خوری کی حد اسلامی نقطہ نظر سے ۱۰ عدالتی فتح نکاح کی شرعی حیثیت ۵ زنا غیر مستوجب حد میں مجرم کو تعریری سزا ۱۰ عوای مفاد کے لیے قبرستان اور مسجد کی جگہ کا استعمال ۱۰ واقعہ کر بلاتاریخ کے آئینے میں ۱۰ طلبہ کے سوالات واشکالات اور ارباب مدارس کا روایہ

ناشر: الشریعہ کادی گوجرانوالہ

صفحات: ۲۳۶۔ قیمت: ۲۵۰ روپے